ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۶۷ قیمت پندرہ روپے نومبر ۲۰۰۱ء

در کمالِ معنوی کوشش نما ای نوربخش
کین جهانِ بی وفا هم چون کفِ دریا بوَد



جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ امیر آباد (کواس) چھوربٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۶۷
قیمت پندرہ روپے
نومبر ۲۰۰۱ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

اکاؤنٹ نمبر UBL 17738 سیکریٹریٹ برانچ اسلام آباد

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے انٹرگرافک پرنٹرز آئی نائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ ۳۵۱-اے جی سکس ون ون سے شائع کیا۔

الکتاب

اهدنا الصّراط المستقیم کی تشریح

محمد زکریا بلتستانی جامعہ نعیمیہ لاہور

اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ O

ترجمہ:

"ہم کو سیدھی راہ دکھا۔"

سیاق وسباق:

اس آیت کا گزشتہ آیتوں سے اس طرح تعلق ہے۔

اول: یہ کہ پہلے ذکر ہوا تھا "ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ کس کام کے لیے؟ اب اس پوشیدہ بات کی کچھ تفصیل فرمائی گئی ہے کہ اس میں مدد مانگتے ہیں کہ تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیوی اور دینی کاموں میں اللہ ہی سے مدد مانگی جائے۔

دوسرا تعلق: اس طرح کہ اس سے پہلے عبادت کا ذکر ہوا تھا اور اب دعا کا ذکر ہو رہا ہے جس سے اس جانب اشارہ مقصد ہے کہ عبادت کے بعد دعا مانگنی چاہیے۔ اسی لیے نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔

تیسرا تعلق: یہ کہ اب سیدھے راستے یعنی عبادت پر قائم رکھنے کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ روز عبادت کر کے ہم چھوڑ دیں بلکہ ہمیشہ تیری عبادت میں مشغول رہیں کہ یہی راستہ صراط مستقیم ہے۔ (دیکھیے تفسیر نعیمی)

تفسیر:

اھد ہدایت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں رہبری کرنا یا منزل مقصود کا پتہ دینا۔ ہدایت دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱...... ایک ہدایت فقط راستہ دکھا دینا ہے۔

۲...... دوسری ہدایت راہرو کو منزل مقصود پر پہنچا دینا ہے۔

اگر یہاں ہدایت سے فقط راستہ دکھانا مراد ہوتا تو ہدایت کے بعد الیٰ یا لام لایا جاتا۔ چونکہ ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے اس لیے معلوم ہوا کہ بندہ عرض کر رہا ہے۔ "اے میرے مولا ہمیں صرف سیدھا راستہ ہی نہ دکھا بلکہ وہاں تک پہنچا دے اور اس پر چلا بھی دے۔" کیونکہ راستے میں راہزن بہت ہوتے ہیں بغیر تیری مدد کے سلامت روی ناممکن ہے۔

اھدنا میں نا ضمیر جمع متکلم لائی گئی۔ اس جمع میں بہت سے فائدے ہیں۔

ا۔ یہ کہ جس طرح وہ عبادت زیادہ مقبول ہوتی ہے جو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کی جائے اسی طرح وہ دعا مقبول ہوتی ہے جو سب کے لیے کی جائے۔ اسی لیے دعا کے اول اور آخر درود شریف پڑھا جاتا ہے کیونکہ درود شریف یقیناً قبول ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہی سے قوی امید ہے کہ وہ درمیان کی دعا کو نہ چھوڑے گا بلکہ آس پاس کے درود شریف کی برکت سے اسے بھی قبول کرے گا۔ (دیکھیے تفسیر ابن کثیر)

ہدایت کے لغوی معنی :

لغت میں ہدایت کا معنی لطف و عنایت سے کسی کو منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے بیان کے بعد اس کے مسلسل انعامات کے اعترافات کے بعد، اپنی عبودیت و کبریائی کے بیان کے بعد، اس کے مسلسل انعامات کے اعتراف کے بعد، اپنی عبودیت اور ناتوانی کا اعلان کرنے کے بعد انسان اب اپنے رحمٰن و رحیم کے حضور میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلا کر گویا عرض کرتا ہے۔ میں کمزور ہوں۔ نفس کی فریب کاریاں اور شیطان کی وسوسہ اندازیاں بہت شدید ہیں خود تو میری دستگیری فرما۔ اپنے لطف و کرم سے مجھے سیدھے راستہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہنے کی توفیق بخش اور اپنی رضا کی منزل تک پہنچا ۔ قرب و وصال الٰہی کے اس مقام پر پہنچ کر مؤمن تنہا اپنی ذات کے لیے ہدایت طلب نہیں کرتا بلکہ ساری امت محمدیہ کے لیے ہدایت کا طلب گار ہے اور کہتا ہے اھدنا یعنی ہم سب کو ہدایت دے۔ کیونکہ ہدایت اسلام چند افراد تک محدود رہے گی تو اس کی عالمگیر برکات و فیوض کا اظہار کیونکر ہوگا۔ اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تعبیر کیسے ہوگی؟ (دیکھیے ضیاء القرآن جلد ۱)

الصراط :

لفظ صراط صرط سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نگل لینا۔ چونکہ راستہ مسافر کو اس طرح اپنے اندر لے لیتا ہے جیسے کھانے والا لقمے کو۔ اس لیے راستے کو صراط کہتے ہیں۔ اصطلاح میں صراط اس شارع عام کو کہتے ہیں جس پر چند آدمی مل جل کر چل سکیں۔ صراط اور سبیل قریب قریب ہیں لیکن اس جگہ صراط اس لیے بولا گیا کہ پل صراط یاد آجائے اور مشابہ ہو جائے کہ اللہ ہمیں اس راستہ پر چل کر پل صراط کو آسانی سے طے کر لیں۔

المستقیم :

المستقیم مشتق ہے استقامت سے۔ اس کا معنی ہے سیدھا ہونا۔ سیدھا راستہ وہ ہے جو بہت جلد منزل مقصود تک پہنچا دے اور چلنے والے کو کسی طرف مڑنا نہ پڑے۔ ٹیڑھا راستہ یا تو منزل مقصود تک پہنچائے گا ہی نہیں یا بہت دیر میں یا بہت دشواری سے پہنچائے گا۔

صراطِ مستقیم کون سا راستہ ہے؟

صراط مستقیم میں بہت گنجائش ہے۔ یہ دینی اور مذہبی عقیدے معاملات اور عبادات اور اخلاق سب کو شامل ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ "اے اللہ ہم کو عقیدے اور اعمال سب میں سیدھے راستے پر قائم و دائم رکھ۔"

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر چیز میں تین حیثیتیں ہیں:

۱۔ افراط ۲۔ تفریط ۳۔ میانہ روی

تمام ادیان کے مقابلے میں اسلام صراط مستقیم ہے۔ اعمال میں وہ اعمال صراط مستقیم ہیں جو اسلام اور قرآن سکھائے۔ عبادت اخلاق، گھر کے اخراجات میں درمیانی راہ چلنا صراط مستقیم ہے۔

ایک شخص نوافل میں مشغول ہو کر تمام اہل قرابت کے حقوق سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور دوسرا آدمی دنیوی جھگڑوں میں مصروفیت کی وجہ سے یاد خدا سے غافل۔ یہ دونوں صراط مستقیم پر نہیں ہیں۔ تیسرا آدمی رب کو یاد بھی کرتا ہے اور سب کے حقوق بھی ادا کرتا ہے۔ بے شک وہی صراط مستقیم پر قائم ہے۔

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہؑ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

ومنها السجود و هو من الارکان العظام الواجبة فی کل رکعةٍ مرّتین و صورته ان تضع بعض جبهته او تمامها علی مصلاه مکشوفاً و یجب فیه ان تضع کفّی یدیه و رکبتیه و ابهامی رجلیه علی مصلاه مستقلاً اعالیه من اسافله و مفتقلاً . براسه علی مسجده وکان موضع سجوده مساویاً لموضع قیامه او انزل وان وقع ارفع بقدر لبنة لا باسَ به و فی العجزان ترفع شیئاً فیسجد علیه او یومی و یجب فیه الطّمانینة و تسبیحة واحدة بهذه ا-لصّیغة سبحان ربّی الاعلی و بحمده او سبحان ربّی الاعلی و سبحان الله الاعلی و بحمده او الله او سبحان الله و رفع الرّاس منه الی حدّ القعود والتکبیر عند الرّفع و الطمانینةفی هذه القعدة الخفیفة والتکبیر عند الهویّ للسّجدة الثّانیة و الطّمانیة و تسبیحة" و احدة "کما فی الاولی و ":کبیر عند الرفع الرّاس منها

ترجمہ :

- نماز کے واجبات میں سے ایک سجدہ کرنا ہے۔ سجدہ بڑے بڑے ارکان میں سے ایک ہے جو ہر ایک رکعت میں دوبار جا لاتا ہے۔ سجدہ کرنے کی شکل یہ ہے کہ نماز گزار اپنی پیشانی کا کچھ حصہ یا پوری پیشانی کو کھلی حالت میں سجدہ گاہ پر رکھے۔ سجدہ کرنے کی صورت میں نماز گزار اپنی دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور پیروں کے دونوں انگوٹھوں کو جائے نماز پر یوں رکھے کہ وہ نیچے والے اعضائے بدن سے اوپر والے اعضائے بدن کو اٹھایا ہوا ہو۔ سر کو سجدہ گاہ پر خوب جمایا ہوا ہو۔ ایسا کرنا واجب ہے۔ سجدہ گاہ قیام گاہ کے برابر ہو یا قیام گاہ سے تھوڑی پست ہو۔ اگر سجدہ گاہ قیام گاہ سے ایک اینٹ کی مقدار اونچی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سجدہ کرنے سے عاجز آنے کی صورت میں کسی چیز کو بلند کر کے رکھے اور اس پر سجدہ کرے یا اشارے سے کام لے۔ سجدے میں جا کر اطمینان کا سانس لینا اور ایک ہی مرتبہ ان الفاظ میں تسبیح کا پڑھنا واجب ہیں۔

ا۔ سبحان ربی الاعلی و بحمده

میں اپنے بلند رب کی پاکی بیان کرتا / کرتی ہوں اور اس کی حمد بجا لاتا / لاتی ہوں۔

ب۔ سبحان ربی الاعلی

میں اپنے بلند رب کی پاکی بیان کرتا / کرتی ہوں۔

ج۔ سبحان الله الاعلی و بحمده

میں بلند اللہ کی پاکی بیان کرتا / کرتی ہوں اور اس کی حمد بجا لاتا / لاتی ہوں۔

د۔ یا صرف اللہ پڑھے۔

ہ۔ یا صرف سبحان اللہ پڑھے۔ یعنی اللہ پاک ہے۔

بیٹھ جانے کی حد تک سجدے سے سر کو اٹھانا، سر کو اٹھاتے وقت

تکبیر کا پڑھنا۔ اطمینان کا سانس لینا یعنی تعدہ خفیفہ کی حالت میں دوسرے سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کا پڑھنا، اطمینان کا سانس لینا، پہلے سجدے کی مانند ایک بار تسبیح کا پڑھنا اور دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کا پڑھنا۔ (واجب ہیں۔)

وضاحت:

مذکورہ عبارتوں میں سجدۂ نماز کے متعلق امور ذیل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ نوعیت

۲۔ تعداد

۳۔ ہیئت کذائی

۴۔ سجدہ گاہ کا وقوع کذائی

۵۔ فرد عاجز کی سہولت

۶۔ تسبیح کی عمومیت

تفصیلِ وضاحت:

۱۔ نوعیت کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں سجدہ ریز ہونے والے حکم کی اصل حیثیت کا تعین ہو۔ چنانچہ مذکورہ عبارت سے خوب واضح ہو چکا کہ سجدہ کا حکم نماز کے بڑے بڑے واجب ارکان میں سے ایک اہم واجب حکم ہے۔

۲۔ تعداد کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ ریز ہونا نماز کی ہر ایک رکعت میں دو بار مقرر ہے۔ گویا ہر ایک رکعت میں دو سجدے ہیں۔ اگر کوئی نماز گزار ایک سجدہ پر اکتفا کرے تو یہ عمل اگر عمداً ہو تو اس کی نماز عدم سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ اگر یہ عمل سہو ہونے کی وجہ سے ہو تو سجدہ سہو کی بجاآوری کی صورت میں اس نقصان کی تلافی ممکن ہو جاتی ہے۔

۳۔ ہیئت کذائی کا مطلب سجدہ کرنے کی کیفیت اور حالت کی وضاحت ہے۔ چنانچہ اس کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ نماز گزار اپنی پیشانی کا کچھ حصہ یا پوری کی پوری پیشانی جائے نماز پر رکھے درانحالیکہ اس کی پیشانی پگڑی یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھکی ہوئی نہ ہو بلکہ پیشانی کا جو حصہ سجدہ گاہ پر لگے وہ حصہ کھلا ہوا ہو۔ لہذا اگر کسی نماز گزار کی پیشانی پگڑی اور دیگر ٹوپی وغیرہ سے پوشیدہ ہو تو سجدہ درست نہیں ہوگا۔ اس کے نتیجے میں نماز کی صحت بری طرح متاثر ہوگی۔

۴۔ "سجدہ گاہ کا وقوع کذائی" کا مطلب یہ ہے کہ جائے نماز کا ہموار ہونا یا اس کی ناہمواری یوں متعین ہو جو نماز کی بجاآوری کے لیے شرعاً موزون جگہ قرار پائے۔ چنانچہ بہتر شکل یہ ہے کہ جائے نماز کا وہ حصہ جس پر نماز گزار کی پیشانی لگ جاتی ہے وہ جائے نماز کے اس حصے سے قدرے پست ہو جس پر نماز گزار قیام کرتا ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی سجدہ گاہ قیام گاہ کی نسبت قدرے اونچی ہو تو شرعاً وہ ایک اینٹ کی موٹائی کے برابر اونچی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ایک اینٹ کی موٹائی سے زیادہ بلند ہونا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ سجدہ ریز ہونے کا اصل مقصد نماز گزار کی معنوی عاجزی کے ساتھ ساتھ صوری عاجزی بھی ہے۔ لہذا سجدہ گاہ کا قیام گاہ سے بلند ہونا سجدہ ریزی کے اصل مقصد کے منافی ہے۔ پس شریعت محمدیہ نے یہ وضاحت کر دی کہ سجدہ گاہ قیام گاہ کے برابر ہموار ہو یا قیام گاہ سے کچھ پست ہو۔ اللہ والے سجدہ گاہ کو قیام گاہ سے قدرے پس ہونا زیادہ بہتر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں عاجزی کی دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔ تاہم اگر سجدہ گاہ قیام گاہ کی نسبت ایک اینٹ کے برابر اونچی ہو تو یہ غیر اولیٰ کی صورت میں جواز کا درجہ رکھتا ہے۔

۵۔ "فرد عاجز کی سہولت" کا مطلب یہ ہے (باقی صفحہ ۱۵ پر)

ادبِ تصوف (گزشتہ سے پیوستہ)

رسالۂ نوریہ

تصنیف: میر سید محمد نور بخشؒ
ترجمہ: غلام حسن نور بخش

واقعاتِ سیرِ روحانی کی تعبیر و تاویل:

جان لو اللہ تجھے تعبیر و تاویل کی معرفت بخشے (آمین)

کہ نورِ سبز والا عالم نورِ عباداتِ قالبی اور ذکرِ ربانی ہے کیونکہ سالک کا ظاہر تمام عالم ملک کی ظاہر سے متصل و متحد ہے اور سالک قید جزئی سے نجات پا کر اطلاق و کلیت کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے تو اسے سبز عالم نظر آتا ہے۔ اگر ابھی قید جزئی سے رہا نہیں ہوا ہو تو ایک گھر کے برابر یا اس سے کم و بیش نورِ سبز نظر آ سکتا ہے نہ کہ ایک عالم۔ اور اگر قید جزئی سے رہائی پا چکا ہو تو کثرتِ نور اور فنا و بقا سے سرفراز ہو گا۔ "لاکھوں دورِ اعظم وہ اس عالم میں سیر کرتا ہے۔" اس مقام میں سیر کرنا صفت ظاہر میں چلنا ہے اور دورِ اعظم ایک کروڑ اسی ہزار سال سے عبارت ہے۔ اس قسم کی سیر

ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون (الحج ۴۷)

"تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔"

کے تحت ہے اور .

تعرج الملئکة و الروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة (المعارج ۴)

"ایک دن میں فرشتے اور روح اس کی طرف پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر چڑھتے ہیں۔"

کے تقاضے کے مطابق سنین ربوبیت یا سنین الوہیت یا سنین سرمدیت ہے اور یوم حقیقت میں اجزائے زمان میں سے ایک جزو ہے۔ اگرچہ کائنات میں طلوع شمس سے غروب شمس تک کے وقفے کو ایک دن کہتے ہیں لیکن انفس میں ہر سانس ایک یوم کہلاتا ہے جس میں کسی سورج کا طلوع و غروب نہیں ہوتا۔ ایک سانس میں کئی ہزار دورِ اعظم اس عالم میں سیر کرنا متحقق ہے۔ اگرچہ عالم ملک سے نسبت کی بناء پر ہم اسے طی زمان کہتے ہیں لیکن ملکوتی و جبروتی و لاہوتی عوالم لطیفہ میں تاویل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلک اطلس (عرش) عالم سفلی کے ۲۴ گھنٹے کے وقفے میں ۸۰ ہزار سال کی مسافت طے کرتا ہے۔ ارباب حکمت (ہیئت دانوں) کے اتفاق کے مطابق مرکز خاک سے فلک نہم کھغع رجع شج یعنی ۳۶۴۳۱ فرسنگ (کا نصف قطر) ہے۔ یہ فلک الافلاک (عرش) کا نصف قطر ہے۔ مکمل قطر اس سے دوگنا ہے یعنی نغغ تفوغ خلو فرسنگ اور وہ قطر کم از کم مسافت پر قیاس کرتے ہوئے ۲۳۳ ۲۷ سال ۵ ماہ اور ۷ اروز ہے۔ ۳۰ روزہ مسافت ۴ فرسنگ شرعی مسافت ہے۔ جب قطر کی یہ مقدار ہو تو فلک الافلاک کا محیط دائرہ جو قطر سے تین گنا وسیع ہے یہ .... تقریباً ۸۰ ہزار سالہ مسافت ہے۔

اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فلک اطلس اس کے

باوجود کہ وہ عالم اجسام سے بے لطافت کے لحاظ سے اس مقدار میں اتنی مسافت طے کر سکتا ہے تو نفس ناطقہ بھی جو ملکوتی صورت اور لطیف محض ہے ایک ساعت میں بلکہ ایک دم میں لاکھوں دور اعظم سیر کر سکتا ہے۔ یہ سیر حقیقی ہے صرف خیالی اور تاویلی نہیں ہے۔

بعض اصطلاحات:

تجلی:

جمال حقیقی کا چشم دل میں جلوہ سے عبارت ہے۔

فنا:

جو تجلی کا اثر و علامت ہے، وجود موہوم کا محو ہونا اور وجود حقیقی کے سمندر میں اس طرح غرق ہونا ہے جس طرح قطرہ دریا میں گر کر اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے یا جس طرح سورج کی روشنی میں کوئی ذرہ دکھائی نہیں دیتا۔

بقا:

قطرہ کا دریا کے ساتھ اتحاد دیکھنے، چشم دل کے سامنے سے ماسواء اللہ کے اٹھ جانے اور تصورات باطلہ اور افکار فاسدہ جو صفحہ ضمیر پر نقش اغیار لکھتے ہیں، سے نکل آنے سے عبارت ہے۔

سالک مبتدی اپنے اور تمام موجودات کے وجود کو من کل الوجوہ وجود حق کا غیر سمجھتا تھا جب تقلید کی بیماری ریاضت و مجاہدے کے سرمے کی بدولت صحت توحید، نور مکاشفہ و مشاہدہ میں تحت حکم

یوم تبدل الارض غیر الارض و السموات (ابراھیم ۴۸)

"اس دن یہ زمین کسی اور زمین اور آسمان سے بدل جائے گی۔"

میں تبدیل ہو گئی۔ حقیقی بقا حاصل ہوئی۔ خود کو دیکھا اور پہچان لیا۔

چون تو او را همه بینی همه دانی به یقین
یافتی گنج حقیقت که بران نیست مزید

"جب تو اسے دیکھے تو اسے یقین کے ساتھ پوری طرح جان لے کہ تجھے گنج حقیقت مل گئی ہے۔ اس پر مزید کی گنجائش نہیں ہے۔"

انوار اور عوالم:

......نور کبود یعنی نیلے رنگ والا عالم بے نہایت ملکوت سفلی کا نور ہے۔ اور اس عالم میں سیر صفت باطن میں ابتدائی سیر ہے۔

......نور سرخ والا عالم بے نہایت ملکوت علوی کا نور ہدایت ہے اور اسی رنگ میں تجلی تصفیہ قلب میں کمال کی علامت ہے۔

......نور زرد والا عالم بے نہایت نور ملکوت علوی کا نور وسط ہے اور اسی رنگ میں تجلی تجلیہ سر میں کمال کی علامت ہے۔

......نور سفید والا عالم بے نہایت ملکوتِ علوی کی انتہا ہے اور اسی رنگ میں تجلی تجلیہ روح میں کمال کی علامت ہے۔

......نور سیاہ والا عالم بے نہایت نور جبروت ہے اور اسی رنگ میں تجلی کثرت ماسوالله سے تخلیہ اور خفی میں کمال کی علامت ہے۔

......بے رنگ والا عالم بے نہایت نور لاہوت ہے۔ اس عالم میں کثرت بلکہ دوئی بھی محال ہے۔ یہاں سوائے غائیت (غیب الغیوب) کے کچھ نہیں ہے۔

اور جو واقعہ میں نے عرض کیا ہے وہ پیر سے متعلق کمال ارادت کے سبب کمال تربیت کی علامت ہے اور جب عالم ملکوت کے جو عقول و نفوس سے متعلق ہے، عالم اجسام میں سیر کمال کو پہنچتی ہے تو بالائے عرش جو لامکان ہے، سیر کرتا ہے اور یہ عقل کل و نفس کل میں سیر کرتا ہے جو علم اللہ اور حیات اللہ

ہے اور یہ سیر فی اللہ ہے جس کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ اور یہ حد و شمار سے باہر ہے یعنی سنین سرمدی ہیں۔ جہاں حد و شمار ہو سکتا ہے وہ سنین رحمت یا سنین الهیت ہوتی ہیں اور جب وہ بے عدد ہو جائے تو سرمدی ہے اور یہ لاخلا لاملا کا عالم ہے۔ لاخلا حیات و عالم کے وجود سے اور لاملا جسم کی غیر موجودگی سے عبارت ہے۔

سیرِ روحانی کے بعض واقعات کی تشریح:

"پھر نور کی تجلی ہوئی تو اس وقت فنا پایا" یہ فنا بقا باللہ کی رو سے فی فنائی اللہ ہے۔ "خود کو لا یتناہی حق تعالیٰ دیکھا بلا جسم بے رنگ اور اس کا علم تمام ذرات کائنات پر محیط ہوا" اور ایسا جانتا ہے کہ ہمیشہ سے ایسا تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ سرمدیت ایسی ہمیشگی سے عبارت ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

نظم

دران حین که من حق، مطلق شوم
نماند دوی جملگی حق شوم
بود علم من علم بی منتها
به ناسوت و لاهوت و ارض و سما
بود علم من علم بی ساحلی
که غوصش نداند بحز واصلی
بود علم من علم بی حد و عد
به ذرات عالم از تا ابد
بود علم من علم حی علیم
نباشد بجز من خدای عظیم

"وہاں میں نے خوبصورت فضا دیکھی۔" یہ تعلقات کا توڑنا اور قیود کا اٹھ جانا ہے۔ جب عالم سفلی کے تعلقات کٹ جاتے ہیں تو عالم علوی کی طرف عروج لازم آتا ہے۔ یہ اس لیے کہ انسان کا نفس ناطقہ کو اک روحانیت یعنی عقول و نفوس فلکی سے مستفید و فیضیاب ہوتا ہے۔ جب جسمانی تعلقات اور نفسانی موانعات اٹھ جاتے ہیں وہ اپنے اصل میں جذب ہو جاتے ہیں جس طرح سورج کی کرنیں جرمِ (آفتاب) ہیں۔

...... "فرشتوں کا خوشی منانا" سالک کا عالم سفلی ظلمانی سے عالم علوی نورانی کی طرف ترقی کرنے اور اپنے اصل باطن میں پہنچنے کے سبب سے ہے۔ جس طرح کوئی آدمی اپنے وطن واپس پہنچتا ہے تو باپ، رشتہ دار اور قبیلہ والے خوشی مناتے ہیں جبکہ افلاک موالید ثلاثہ کے باپ کی مانند ہیں۔ روح انسان کے اصل باطن میں لوٹ آنے پر خوشی و مسرت سے غلغلہ کرنا اسی کی تمثیل ہے۔

جان لو اللہ تعالیٰ تجھے وہ باتیں سکھائے جو تو نہیں جانتا (آمین) عرش تک سیر ملکوتی ہے اور عرش سے اوپر جبروتی ہے جس طرح جسمانی تعلقات کا خاتمہ افلاک اور ملکوت علوی کی جانب عروج کا موجب ہے اسی طرح روحانی تعلقات کا خاتمہ افلاک سے عالم جبروت میں بالائے عرش ترقی اور عقل کل و نفس کل تک رسائی کا سبب ہے جو ارواح علوی و سفلی کا اصل الاصول ہے اور اعیانِ ثابتہ کا وطنِ حقیقی ہے۔

...... "اس عالم بے نہایت میں سیر و پرواز کیا اور بے حد فنا اور بقا پائی۔" (کا مطلب ہے کہ) عالم جبروت عالم لاہوت کی سرحد پر ہے۔ بے نہایت جو علامت لاہوت ہے اس عالم میں جلوہ گر ہوا۔ یہاں سنین الٰہی اسی عالم کی سنین اصلی ہیں۔ یہ جبروت و لاہوت کے درمیان واسطہ ہے۔ اس طرح لا یتناہی ختم ہو جاتا ہے اور

...... "حضرت حق کو اپنے پیر کی صورت میں دیکھا، فنا پایا اور ہزار ہزار دور اعظم فانی تھا۔" (کا مطلب یہ ہے کہ) اس مقام میں اس تجلی کا اسم الجامع۔ کیونکہ پیر مظہر جامع ہے اور یہ کہ "پھر بقا باللہ پایا اور حضرت حق تھا اور تمام عالم کو اپنا وجود (صفحہ ۱۶)

نوربخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

تعارفِ صوفیہ نوربخشیہ

مولانا شکور علی انور فاضل عربی ۔ بی ۔ اے ، بی ۔ ایڈ

امامتِ حقیقی کے ادنیٰ اوصاف :

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ نے جہاد و قتال کے باب میں ان اصول شرعی کو وضع فرمانے کے بعد مزید کم از کم شرائط کو بھی شامل کتاب فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر ان مذکورہ تمام اوصاف کا جامع امام نہ پایا جاتا ہو تو ضروری ہے کہ امام پرہیزگار ہو۔ ریاضت کرنے والا ہو۔ عالم جبروت میں پرواز کرنے والا ہو۔ خدا کی یکسوئی میں فنا ہونے والا ہو۔ خدا ہی کے تصور کے ساتھ باقی رہنے والا ہو۔ طریقت کے آداب، چلہ کشی کے قوانین، سالک کی تربیت اور واقعات کی تعبیروں کا خوب جاننے والا ہو اور کسی کامل مرشد کی طرف سے بیعت لینے والا ، ذکر الٰہی کی تلقین کرنے والا اور طالبان راہِ حق کو ہدایت کرنے کا اجازت یافتہ ہو۔ اس طرح سے واجب ہے کہ اس امام کا سلسلہ کسی قسم کے انقطاع کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ اگر ایسا امام کوئی امتی ہو، قریشی، ہاشمی یا علوی وغیرہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت باطنی ہے اور وہ رسول اللہؐ کے صلبی نطفے سے نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں قلبی نطفے سے جنا ہوا فرزند ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کا یہ فرمان کہ کل تقی الی "ہر پرہیزگار میری آل میں داخل ہے۔" اسی پرہیزگار کی طرف اشارہ ہے۔ (الفقہ الاحوط باب الجہاد)

امامتِ حقیقی کے اعلیٰ اوصاف :

اگرچہ ان مظہرات سے سلسلہ بیان کا اتنا تعلق نہیں ہے لیکن شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہ کی امتیازی تعلیمات اور فقاہت کی مثالی مرتبت کی شناخت کے لیے ضروری ہے کہ ان امور کی پردہ کشائی کی جائے جن تک دیگر مسالک اسلام کے فقہاء کی رسائی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ طوالت پر مبنی بحث ہے لیکن اسرار دین مبین سے آگاہی ہر مرد مؤمن کی ذمہ داری میں شامل ہے اور ہم علم آموختی وحرز آموختی کے روشن اصول کی تابانی میں عمل آموختی کے خواہاں ہیں اس لیے نذر قارئین کے سلسلے میں فراخدلی سے فقہ احوط کی امتیازی بحثِ عرفان و سلوک کو جاری رکھتے ہیں۔

چونکہ اہلِ عرفان و فلاسفی نے فلسفۂ فقر کو سامنے رکھ کر خوب کہا ہے۔

فقر را نیز جهان بان و جهان گیر کنند
که باین راه نشین تیغ نگاهی بخشند

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ بڑے جہاد کی انجام دہی کے لیے امام کوئی ایسا ولی ہو جو ولایت کے مقامات میں کمال درجے پر فائز ہو جیسے قلب کے سات اطوار، مختلف غیبی روشنیاں، (باقی صفحہ

فکر و نظر

تنسیخِ نکاح کے جدید رجحانات

چوہدری ندیم مختار نوربخشی ایڈووکیٹ

تعارف :

جناب چوہدری ندیم مختار نوربخشی نے جو ایک ممتاز ماہر قانون ہیں قارئین نوائے صوفیہ کے عملی فائدے کی خاطر تنسیخ نکاح کے جدید قانونی متعلقات کا زیر نظر مضمون میں احاطہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ قانونی مشورے ہیں شرعی فتاویٰ نہیں۔ کوئی قاری اگر کسی نکتے کی وضاحت چاہے تو وہ ادارہ نوائے صوفیہ کی وساطت سے صاحبِ مضمون سے رابطہ کر سکتا ہے۔

اسلام ایک فطری اور عملی مذہب ہے۔ عملی زندگی میں میاں بیوی کے باہمی اختلافات یا ان کے دیگر حالات ایسے مقام پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان کے لیے اکٹھے رہنا مشکل یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتوں میں اسلام نے میاں بیوی کی علیحدگی کی گنجائش فراہم رکھی ہے۔ علیحدگی کی کئی صورتیں تجویز کی گئی ہیں تاکہ حالات کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکے۔ اگر ہم علیحدگی کی ان صورتوں کا تجزیہ کریں تو ان کو حسب ذیل اقسام میں ترتیب دے سکتے ہیں:

۱۔ طلاق :

فطری صلاحیتوں کے پیش نظر اسلامی معاشرے کی مخصوص ساخت کا تقاضا ہے کہ خاندان میں مرد کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ وہ بیوی اور بچوں کو ضروریات زندگی مہیا کرے اور بیوی اولاد کی پیدائش اور دیکھ بھال کا کام کرے۔ ان حالات میں اگر مرد یہ محسوس کرے کہ بیوی اپنا کام مناسب طور پر انجام نہیں دے رہی ہے جس سے گھریلو فضا اس کے لیے اور بچوں کے لیے خوشگوار نہیں رہی تو وہ بیوی کو فارغ کر سکتا ہے۔ فارغ کرنے کا یہ طریقہ طلاق کہلاتا ہے۔

۲۔ طلاقِ تفویض :

اگر میاں بیوی مناسب سمجھیں تو طلاق کا حق خود بیوی کے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے کہ جب وہ اس گھریلو ماحول میں نہ رہ سکے تو اپنے آپ کو طلاق دے کر رخصت ہو جائے۔ یہ طریقہ طلاقِ تفویض کہلاتا ہے۔

۳۔ مبارات :

میاں بیوی باہم صلح اور رضامندی سے ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں۔ یہ صورت مبارات کہلاتی ہے یعنی ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے بری الذمہ ہونا۔

۴۔ تنسیخ نکاح بذریعہ عدالت :

اگر بیوی گھریلو ماحول سے یا خاوند کے سلوک سے یا دیگر حالات کی وجہ سے خاوند کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو تو وہ یہ حالات عدالت کے علم میں لا سکتی ہے۔ اگر عدالت یہ دیکھے کہ بیوی کے لیے ان حالات میں اس خاوند کے گھر میں رہنا بہت مشکل ہے تو وہ ان کے نکاح کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اسلامی قانون

بس بیوی کے لیے اس طرح تنسیخ نکاح آسان کر لیا گیا ہے۔ تاہم مختلف مذاہب اور مختلف معاشروں کے اثرات اور بعض علمائے اسلام کے رویوں نے اسے کچھ محدود اور مشکل بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تقسیم برصغیر سے پہلے قانون سازی عمل میں آئی اس میں جن وجوہ کو موجب تنسیخ نکاح سمجھا گیا ان میں نفقہ کی عدم ادائیگی، حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی، ظلم و ستم، طویل سزائے قید، خطرناک متعدی امراض، خیار بلوغ، گمشدگی خاوند، تبدیلی مذہب، خاوند کی نامردی، بیوی کی جائیداد کا غصب شامل ہیں۔

۵۔ تنسیخ نکاح بذریعۂ خلع:

اگر بیوی خاوند کو کچھ دے دلا کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے تو یہ صورت خلع کہلاتی ہے مگر خاوند خلع کے لیے تیار ہو تو دونوں میاں بیوی مل کر مبارات کے طریقے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں، لیکن اگر خاوند اس کے لیے تیار نہ ہو تو بیوی خلع کے ذریعے تنسیخ نکاح کے لیے جا سکتی ہے۔

رشتۂ ازدواج کے انقطاع کی درج بالا صورتوں میں بیوی بنیادی طور پر جائے خود علیحدگی کا حق حاصل نہیں جبکہ پاکستان کے معاشرتی حالات میں عورت کو شادی کے لیے کوئی فیصلہ کرنے کا حتمی اختیار بھی حاصل نہیں۔ والدین کی انتہائی کم تعداد اپنی بیٹیوں سے ان کی رضا دریافت کرتی ہے اور ان میں سے بھی نصف سے کم والدین ان کی رضا کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، ورنہ کوشش کی جاتی ہے کہ بیٹیاں والدین کی مرضی، ان کی پسند، ان کے خاندان کی عزت اور والدین کی "ناک" کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

عورتوں کے لیے دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ انہیں عدالت سے علیحدگی کا فیصلہ لینے کے لیے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مقدمات کی طوالت ایک ایسی مشکل ہے جو بیوی کی الجھنوں اور مصائب کو کئی گنا کر دیتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اعلیٰ عدالتوں کے ججوں نے تنسیخ نکاح کی مختلف صورتوں کا فیصلہ کرتے ہوئے اجتہادی نقطۂ نظر اختیار کیا اور کوشش کی کہ قرآن و سنت کی ہدایات اور تعلیمات کی روشنی میں بیویوں کو فسخ نکاح میں سہولت دیں۔ عام طور پر بیوی کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ وہ خاوند کے ظلم اور بد سلوکی کو ثابت کرے۔ ازدواجی زندگی میں عموماً گواہ میسر نہیں ہوتے۔ یہ زندگی میاں بیوی کی انتہائی نجی زندگی شمار ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی مار پیٹ کے بغیر بھی خاوند بیوی کو شدید جذباتی اور نفسیاتی اذیت سے دوچار کر دیتا ہے۔ اس اذیت کا کوئی گواہ مہیا کرنا بیوی کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ بیوی کو خاوند سے نفرت ہو سکتی ہے جس کی کوئی مادی توجیہ ممکن ہی نہیں۔ ایسی صورت میں اسے اس خاوند کے ساتھ رہنے اور انتہائی قریبی جسمانی تعلقات قائم کرنے پر مجبور کرنا ظلم کے سوا اور کچھ نہیں کہلا سکتا۔ لہذا عدالتوں نے لازمی طور پر ظلم کے مادی ثبوتوں پر مکمل انحصار کرنا چھوڑ دیا ہے۔ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے میں بجا طور پر یہ کہا گیا ہے کہ:

"بیوی کو اپنے خاوند کو ناپسند کرنے کی صورت میں، جبکہ بیوی کو خاوند سے شدید نفرت ہو اور دونوں کو ایک دوسرے سے بیزار ہونے کی وجہ سے زندگی دونوں کے لیے اذیت بن گئی ہو تو اسلام بیوی کو یہ حق دیتا ہے کہ خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح طلب کرے۔" (PLD 19845C 329)

خاوند بیوی کو معمولی باتوں پر برا بھلا کہتا ہو اور گالیاں دیتا رہتا ہو تو عدالت نے اسے ظلم و زیادتی تصور کر کے نکاح فسخ کر دیا، حالانکہ مار پیٹ ثابت نہ ہوئی (PLD 1955 SINDH 378) ایک معاملے میں بیوی نے خاوند کے تشدد

کے خوف سے گھر چھوڑ دیا۔ عدالت نے گھر چھوڑنے والے فعل کو حق جانب قرار دیتے ہوئے نکاح فسخ کر دیا۔ (9DLR 553)

خیار بلوغ کے معاملات میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیوی سے اس کی رضا کے بغیر جنسی تعلق قائم کر لیا جاتا ہے۔ بیوی ہونے کی وجہ سے تمام واقعاتی حالات خاوند کے حق میں اور بیوی کے خلاف ہوتے ہیں، اس لیے وہ مزاحمت بھی نہیں کر سکتی، جبکہ جنسی تعلق خیار بلوغ کا حق ختم کر دیتا ہے۔ لہذا عدالتوں نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا کہ اگر بیوی کی رضا کے بغیر جنسی تعلق ہوا ہو تو بھی خیار بلوغ کا حق اٹھارہ سال کی عمر تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (PLD 1952 Lahore, PLD 1949 Lahore 75, PLD 1949 Lahore 75, PLD 1970 AJK7, PLD 1957 Lahore 651)

نان و نفقہ کی عدم ادائیگی اور ازدواجی فرائض کی عدم ادائیگی کے لیے جو مدت مقرر کی گئی ہے، عدالتیں قانون کی موجودگی میں اس مدت کی پابندی کرنے پر مجبور ہیں، تاہم آج کل کے حالات میں یہ محسوس کر لیا گیا ہے کہ بیوی کے لیے ان حالات میں اتنی مدت تک خاوند کی لاتعلقی شدید مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے اس مدت میں خاصی کمی کرنے کی سفارش کی ہے۔ اگر حکومت یہ سفارش تسلیم کرے تو بیویوں کی مشکلات کم ہو سکتی ہیں۔

طویل قید کی بناء پر علیحدگی کی خواہش کا اظہار بیوی کے لیے عموماً مشکل ہوتا ہے۔ پاکستان میں مشرقی خواتین وفاداری اور خاندانی حالات کے تقاضوں کے تحت علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرتیں، اس وجہ سے خاوند کے ساتھ بیویوں کو بھی یہ سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو دو سال تک ازدواجی حقوق کی عدم ادائیگی فسخ نکاح کی وجہ قرار دیا گیا، دوسری طرف سات سال یا اس سے زائد عرصہ تک ازدواجی حقوق کی عدم ادائیگی کی وجہ فسخ نکاح قرار دیا گیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ مدت چار ماہ رکھی گئی ہے اسی لیے قیدیوں سے ملنے اور ایک رات رہنے کی اجازت دی جائے۔ خلع کی بنیاد پر علیحدگی میں عدالتوں نے بہت وسعت سے کام لیا ہے اور بیوی کے لیے فسخ نکاح کو آسان بنا دیا ہے، مثلاً حسب ذیل عدالتی فیصلے:

بیوی پڑھی لکھی ہے اور مالدار ہے اور خاوند اکثر اس سے رقم مانگتا رہتا ہے۔ خلع کی بنیاد پر نکاح فسخ قرار دیا گیا۔ (1983 CLC 383)

۲۔ خلع میں بیوی نے جو بدل دینا منظور کیا وہ ادا نہ ہوا اس سے فسخ نکاح کی ڈگری پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ (PLD 1983 Supreme Court 169)

۳۔ خلع کا حق بار بار استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (PLD 1983 Lahore 442)

۴۔ اگر فسخ نکاح کی دیگر وجوہات ناکام ہو جائیں تو بھی خلع کی وجہ سے کھلے دل کے ساتھ فسخ نکاح کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ (PLD 1967 Supreme Court 97, PLD 1983 Supreme Court 169, PLD 1983 Karachi 9, PLD 1983 Lahore 377, PLD 1975 Lahore 805, 1983 CLC 383, 1982 CLC 1318)

۵۔ خاوند نے بیوی کے خلاف چوری کی رپورٹ درج کروا دی جس سے ان میں رنجش پیدا ہو گئی، خلع کی بناء پر نکاح فسخ کر دیا گیا۔ (NLR 1980 CIVIL Lahore 344)

۶۔ اگر جج دیکھے کہ میاں بیوی (باقی صفحہ ۱۵ پر)

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید ترین سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ اس شمارے میں دو سوالات کے جوابات مزید وضاحت طلبی کے تحت شائع کیے گئے ہیں۔ منتخب سوالات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ پانی سے استنجا کرنے کو وضو کے لیے شرط جواز قرار دینا محل نظر ہے۔ کیونکہ شرط جواز کبھی ساقط ہو جاتی ہے مگر اس کا مشروط ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ استقبال قبلہ صحت نماز کے لیے شرط جواز ہے۔ یہ شرط جواز حالت خوف میں ساقط ہو جاتی ہے مگر اس کا مشروط یعنی ساقط نہیں ہوتی۔

سائل: شیخ محمد عبداللہ داغونی

سوال نمبر ۲۔ جنسی رابطہ قائم ہونے سے قبل شوہر کے انتقال کر جانے کی صورت میں منکوحہ کو مہر بھی پورا ملے گا اور ارث شوہری کی بھی وہ حقدار ہوگی جیسا کہ بعض روایت سے ثابت ہے لہذا سابقہ شمارے میں اس سلسلہ میں شائع شدہ جواب محل نظر ہے۔

سائل: شیخ غلام محمد تھلے

سوال نمبر ۳۔ دل یا گردے کی تبدیلی کے لیے مسلمان مریضوں کی خاطر کافروں کے دل یا گردے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

سائل: منظور حسین نعیمی بلخار و نیوا

سوال نمبر ۴: حکومت کی طرف سے کسی شہید فوجی جوان کی بیوہ کو ایک مخصوص رقم دی جاتی ہے تو کیا وہ رقم شہید فوجی کے ترکے میں شمار ہوگی؟

سائل: عبدل کیو کوئٹہ

جوابات

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم O

شرطِ جواز کا سقوط ہو اور مشروط ساقط نہ ہو یہ بات بجائے خود محل نظر ہے اس کے لیے آپ نے جو مثال پیش کی ہے وہ کمزور سی ہے کیونکہ حالتِ خوف میں استقبال قبلہ کا حکم ساقط ہونے پر اس کا مشروط یعنی نماز کی اصل ہیئت کذائی بھی ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں پر فرض نماز پڑھنے والا کشتی نفل گزار کا روپ دھار لیتا ہے۔ گویا ایک قسم کا سقوط مشروط میں بھی لازم آتا ہے۔ یہاں پر نماز کا چونکہ کوئی نائب نہیں لہذا اس کی اصل شکل ساقط ہو گئی اور مجبوری والی شکل پہ عمل کرنا پڑا۔ یہاں پر وضو کا بدل تیمم کی شکل میں موجود ہے۔ تیمم بھی از روئے شریعت محمدیہ طہارت بالماء کی مانند ہے۔ لہذا اس مقام پر تیمم سے گریز کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں جن حضرات کے ہاں استنجا کے لیے پانی کا استعمال ضروری نہیں ان کے ہاں آپ کی رائے گرامی درست ٹھہرے گی۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کبھی جدائی واقع ہو جاتی ہے خواہ جدائی اختیاری شکل میں ہو جیسے طلاق خواہ اضطراری شکل میں ہو جیسے موت۔ سوال مذکور میں اضطراری فرقت کی صورت ہے۔ لہٰذا مہر کا آدھا حصہ ملنا واضح ہے کیونکہ سبب ارث نفس زوجیت نہیں بلکہ کامل زوجیت ہے۔ مذکورہ صورت میں بیوی کی زوجیت ناقص ہے۔ ارث پانے کے لیے کامل زوجیت ضروری ہے۔ یہ شریعت محمدیہ کا واضح تقاضا ہے۔ شریعتِ محمدیہ کے کسی واضح تقاضے کے ساتھ جو حدیث متصادم ہو تو وہاں پر شریعتِ محمدیہ کے واضح تقاضے کو ترجیح دی جائے گی۔ مستحکم آئین شریعت کا تقاضا خبر پر فوقیت رکھتا ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

اگر ماہر ڈاکٹروں کی طرف سے مکمل تشخیص مرض کے نتیجے میں یہ بات خوب واضح ہو گئی ہو کہ مریض کی صحت یابی کے لیے دل یا گردے کی تبدیلی ضروری ہے۔ اتفاق سے کسی مسلمان کا دل یا گردہ میسر نہ ہو تو اس صورت میں کافر کا دل یا گردہ استعمال کرنا ضرورت کی بنا پر جائز قرار پائے گا کیونکہ اس سلسلہ میں ایک شرعی ضابطہ موجود ہے۔ الضرورات تبیح المحضورات یعنی ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح بنا دیتی ہیں۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

کسی بھی شخص کا ترکہ وہ ہوتا ہے جس کا وہ شخص اپنی زندگی ہی میں مالک رہا ہو۔ سوال مذکور کی رو سے فوجی جوان کی بیوہ کو حکومت کی طرف سے ملنے والی رقم شرعاً اس کے ترکے میں شمار نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ رقم اس کی زندگی میں اس کے مالکانہ قبضے میں آئی ہوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا اس رقم کو فوجی جوان کی بیوہ شرعاً شرعاً اپنے مالکانہ قبضے میں رکھ کر اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کر سکے گی۔ اس رقم کو بھی فوجی جوان کے ترکے میں شامل کرنا بیوہ کے اخلاقی تقاضے کا حصہ ہو گا شرعاً نہیں۔ فوجی جوان کا جی پی فنڈ بہر حال میں اس کے ترکے میں شامل ہو گا۔

امید ہے کہ محترم شیخ محمد عبداللہ صاحب، محترم شیخ غلام محمد صاحب اور محترم منظور حسین نعیمی اور عبدل کیو صاحب اپنے اپنے سوال کے جواب سے مطمئن ہوں گے۔ ☆

بقیہ : تعارف صوفیہ نوربخشیہ

کشف احوال، احوال مشاہدہ، احوال معائنہ اور روحانی تجلیاں جو آثار و مظاہر صفات الٰہیہ اور مظاہر ذات حق سے وابستہ ہیں اور جملہ تجلیات حق۔ وہ امام عالم لاہوت میں فنا ہونے والا ہو۔ عالم جبروت میں باقی رہنے والا ہو۔ جملہ مظاہر کلیہ کا حامل ہو۔ معرفت والا ہو۔ پکا موحد ہو۔ جملہ اشیاء کی حقیقتوں کی تحقیق کرنے والا ہو۔ جملہ احوال کا معائنہ کرنے والا ہو۔ صرف کانوں سے سننے پر قناعت کرنے والا نہ ہو۔ ہدایت کرنے والا ہو۔ روحانی راہوں پر چلنے والوں کو صحیح خدمت، صحیح عزلت، صحیح خلوت نشینی، صحیح صحبت اور ان کے احوال کے مناسب جملہ سیاسی مصلحتوں اور ریاضتوں کے ذریعے سے کمال کو پہنچانے والا ہو۔ سالکین کے اخلاق کو پاکیزہ رکھنے میں ان کا حکیم ہو۔ سالکین کی بود و باش اور خلقت کو درست رکھنے کے لیے وہ ان کا ڈاکٹر ہو۔ شریعت کا مجتہد ہو۔ طریقت کا مجاہد ہو۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی صورتوں میں حقیقت تک رسائی پانے والا ہو۔ ان علوم کے اصول، فروع، کلیات اور جزئیات پر یقین رکھنے والا ہو اور ان کی قلبی صفائی کے معاملے میں ان کا مددگار ہو۔ (الفقہ الاحوط باب الجہاد)

(جاری ہے)

بقیہ: مجموعہ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ اگر کوئی نماز گزار سجدہ کی ہیئت کذائی پیدا کرنے سے یکسر عاجز آجائے تو اس کے لیے شرعاً یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ سجدہ گاہ پر ایک اونچی سی چیز کھڑی کرے اور اپنی ممکنہ صورت کے مطابق اس پر سجدہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ بھی کر سکتا ہو تو اس کے لیے شرعاً یہ سہولت بھی میسر ہے کہ وہ سجدہ کے لیے اشارے سے کام لے۔

۶۔ "تسبیح کی عمومیت" کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں سجدہ ریز ہو کر نماز گزار جو تسبیح پڑھتا ہے وہ کسی ایک صورت میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی پانچ صورتیں شرعاً روا رکھی گئی ہیں۔

۱۔ سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ

۲۔ سبحان ربی الاعلیٰ

۳۔ سبحان اللہ الاعلیٰ و بحمدہ

۴۔ اللہ

۵۔ سبحان اللہ

تسبیح سجدہ کی مذکورہ پانچ صورتوں میں سے نماز گزار جس صورت کو بھی اختیار کرے درست ہے۔ تسبیح کا ایک بار پڑھ لینا واجب ٹھہرتا ہے۔ سجدہ ریز ہونے کی صورت میں اطمینان کا سانس لینا بھی واجب ہے۔ چنانچہ سجدہ ریز ہو کر نماز گزار مطمئن ہو جائے اور پھر اطمینان سے تسبیح سجدہ پڑھ لے۔ اس طرح سے پہلے سجدے کی جاآوری کرے گا اور دوسرے کی جاآوری کے لیے وہ پہلے سجدے سے اپنا سر اٹھائے گا اور قعدۂ خفیفہ میں آئے گا۔ سر کو اٹھاتے وقت وہ تکبیر پڑھے گا۔ قعدۂ خفیفہ میں اطمینان کا سانس لے کر وہ تکبیر پڑھتا ہوا دوسرے سجدے کے لیے جھک جائے گا۔ دوسرے سجدے میں اطمینان کا سانس لے گا اور مطمئن ہو کر ایک بار تسبیح سجدہ پڑھے گا۔ اس کے بعد وہ تکبیر پڑھتا ہوا دوسرے سجدے سے سر اٹھائے گا۔ خوب آگاہ رہے کہ قعدۂ خفیفہ میں مناسب دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ سجدے کے مسنون افعال آگے آئیں گے۔

(جاری ہے)

بقیہ: تنسیخِ نکاح کے جدید رجحانات

حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے تو خلع کی بناء پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے۔ (PLD 1967 Supreme Court 97, 'PLD 1980 CLC 1212 C 1981 CLC 68 195 Lahore 766)

درحقیقت عدالتوں نے خلع کی بناء پر فسخِ نکاح میں جس وسعت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے۔ آپؐ کے سامنے جو بھی بیوی فسخِ نکاح کے لیے پیش ہوئی اس سے آپؐ نے تفصیل نہیں پوچھی اور صرف خاوند کے لیے ناپسندیدگی کو کافی قرار دیا۔

مقدمہ بازی کے سلسلے میں اگر مقدمہ کسی دوسری جگہ تبدیل کرنا مقصود ہو تو اس میں عورت کی سہولت کو عدالتوں نے بنیاد بنا دیا ہے۔ (1982 CLC 1278& 1418' PLD 19795 Supreme Court 864)

مندرجہ بالا تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جدید رجحانات کے تحت عورتوں کو زیادہ سے زیادہ سہولت دی جا رہی ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق شریکِ حیات چننے اور چھوڑنے کے معاملہ میں وسعت سے کام لیا جا رہا ہے تاہم ابھی حالات پوری طرح ان کے حق میں نہیں۔ ☆☆

بقیہ : رسالۂ نوریہ

دیکھا" یہ بقا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تجلی اسم الجامع ہے کیونکہ ہر بقا سے فنا کی نسبت مقدم ہے۔ اسی طرح ہر فنا سے تجلی کی نسبت مقدم ہے۔ چنانچہ اس بقا میں خود کو سارا عالم دیکھا اور تمام صفات سے موصوف

فعال لما یرید (ھود ۱۰۷)

"جو چاہے کرنے والا ہے"

اور صفت احیاء و امات، خالقیت، رزاقیت رکھتا ہے۔ یقیناً ایسی فنا جو تجلی جامع کا نتیجہ ہے ایسی بقا ہی اس کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ

"تمام عالم شراب بن گیا اور سب پی گیا" یعنی محبت حق کثرت کو وحدت کی طرف کھینچتا ہے اور قطرہ دریا میں گر کر مطلق و نابود بن جاتا ہے، کی عبارت کمال محبت کے جب کثرت پر وحدت کے غلبے سے عبارت ہے۔

"جب ایک دورِ اعظم گزر گیا تمام کو پیدا کیا۔" یہ معنی سر چشمۂ وحدت سے ظہور کثرت سے عبارت ہے۔ بحر محیط قدم حدود معین میں قید ہوا کا یہی معنی ہے۔

"اسی طرح لاکھوں نوبت واقع ہوا میں نے سب کو پی لیا جب ایک دورِ اعظم گزر گیا پھر سب کو پیدا کیا۔" اس مقام میں لاکھوں دورِ اعظم ادوار و سنین الٰہی ہیں جو مقتضی شان الٰہی ہیں۔

"اس کے علم میں ایسا تھا کہ نہ تھا جب تک چاہے ایسا ہوگا۔" یعنی حضرت حق ہمیشہ تمام صفات سے موصوف ہے اور صفات میں سے جس صفت کا جو مقتضی ہے ازلی، ابدی اور سرمدی طور پر اس سے وہی صادر ہوا، صادر ہوتا ہے اور صادر ہوگا۔ اور یہ حقیقت کیونکہ

وعلمناہ من لدنا علماً (الکہف ٦٥)

"اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم دیا۔"

کے تحت عین الیقین سے دیکھا، علم الیقین سے جانا اور حق الیقین بن گیا۔ چاہیے کہ یقین سے جانے کہ علم لدنی ایسے علم سے عبارت ہے جو تجلیات کا نتیجہ ہے۔

...... "دیکھا کہ مختلف رنگوں کے بہت سے سمندر پیدا ہوئے" دریا توحید کی صوری تمثیل اور سمندروں کے پیدا ہونے کا مطلب حضرت وحدت کا تمام کثرات میں جاری و ساری ہونا اور الوان اطوار دل کے انوار صفا ہیں۔

"ہر ایک میں لاکھوں دورِ اعظم تیراکی اور غوطہ زنی کی۔" میں تیراکی کلمہ توحید پر مواظبت کی صورت ہے اور غوطہ زنی نفی خواطر اور کثرت جمع کے وحدت میں استغراق کی صورت ہے۔ تجلی سالک کے اعمال مقبول کا نتیجہ ہے اور فنا تجلی کی علامت ہے اور بقا فنا کا ثمرہ ہے اور غلبۂ حوادث شوق کی علامت ہے۔ سمندر کا پی لینا حضرت فیاض مطلق سے محبت و عشق کے افراط کی علامت ہے۔ اور کلام محققین کا سننا اور وجد کا موجب بننا سالک کے دل پر عشق کی علامت ہے۔

..... "اسی طرح لاکھوں سمندروں میں تیراکی کی اور پی لیا۔" میں لاکھوں سمندر کا پی لینا توحید عیانی میں مشرب عمیق کی علامت ہے۔ محققین مکاشف کے نزدیک مشرب عمیق سے ایسا مشرب مراد ہے۔

...... "سمندروں میں تیراکی اور غوطہ زنی اور انہیں پی لینے کے بعد خود کو حضرت حق دیکھا" کا مطلب بشریت کا قطرہ اور اس کی ہند شوں کا دریائے وحدت میں نیست و نابود ہو کر باقی باللہ ہونا ہے۔ ....(جاری ہے)

عشق تری انتہا، عشق مری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام، میں بھی ابھی ناتمام

اقبالؔ

مسلکِ نوربخشیہ

در وصفِ کتابِ مستطاب حضرت میر سید محمد نوربخشؒ اور مسلکِ نوربخشیہ

سرودۂ دکتر محمد حسین تسبیحی رھاؔ

تالیف آقای دکتر غازی محمد نعیم

۲۰۰۱،۸،۳م / ۱۲، ۵، ۱۴۸۰ھ ش

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی کتاب میر سید محمد نوربخشؒ اور مسلکِ نوربخشیہ کو عظیم ایرانی شاعر اور دانشور ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رھا کا منظوم خراجِ عقیدت

نوربخش معرفت چون گل شکوفان آمده
مسلکِ نوربخشیہ خورشیدِ تابان آمده

گلشنِ عشقِ خدا در کاروانِ نوربخش
سالکِ نوربخشیان را باغ و بستان آمده

میرِ نورِ عاشقی سیّد محمّد نوربخش
در نوای صوفیه ، مرآتِ رخشان آمده

غازی نوربخشیان باشد محمّد با نعیم
در نعیمِ خُلدِ عرفان ، راستگویان آمده

مسلکِ نوربخشیه دارد نوای نوربخش
غازی ملکِ محبّت ، گُل فشانان آمده

آن که از افکارِ ساداتِ ادب گوید سخن
در طریقت مشرب و مذهب نگهبان آمده

صوفیه نوربخشیه گویندۂ افکارِ نو
خاک را اکسیر زنده در گلستان آمده

مشعلِ عهد و وفا غازی محمّد با نعیم
جان و دل بر کف نهاده نعت گویان آمده

حکمت و دانش شده اورادِ فتحیّه زِ دل
تاکه از سیّد علی آن شاهِ همدان آمده

فقه پاکِ نوربخشی جلوهٔ آزادگی
حقّ شناسِ راهِ عرفان را مسلمان آمده

جمله اقوالِ ادیبان در کتابِ نوربخش
مصطفیؐ و مرتضیؑ را حقّ شناسان آمده

اعتقادِ حضرتِ سیّد محمد نوربخشؒ
پنج تن پاك و ائمّهؑ اصلِ ایمان آمده

آن اسیریؒ صاحبِ اسرارِ دیدارِ خدا
تاکه اسرار الشهودش جامِ عرفان آمده

مظهرِ نورِ الهی ، آمده قرآنِ ما
مسلكِ نوربخشیه از نورِ قرآن آمده

کشفِ آثارِ حقیقت جلوهٔ روحِ خدا
تاکه از کشف الحقیقت خوانِ اخوان آمده

یا محمّدؐ ، یا علیؑ در مسلكِ نوربخشیه
پنج تن پاك محبّت نوربخشان آمده

خُلقِ خوش دارد نعیم ، آن غازی پاك اعتقاد
پاك دل ، پاك آفرین ، در صدرِ ایوان آمده

در قلم آورده افکارِ طلایی این نعیم
یعنی افکارِ طلای را سخندان آمده

صدرِ ایوانِ سخنگویان نعیمِ غازیان
این بُود در سلك عرفان رهنمایان آمده

سرو نازِ عارفان در مسلك نوربخشیان
بلبلان در باغِ نوربخشی غزل خوان آمده

هر که دارد ذوق و شوقِ فقهٔ احوط به دل
رونقِ حقّ و عدالت را نمایان آمده

میر سیّد نوربخش در فقهِ احوط خوش بیان
هر کسی از بهرِ او موجِ خروشان آمده

صوتِ خوش آید زِ درگاهِ شریفِ نوربخش
جمله بلتستانیان شیرین زبانان آمده

سلسله آمد ذهب در این طریقِ عاشقی
شهسوارِ عشق و ایمان پاك بنیان آمده

مردِ میدانِ حقیقت غازیؔ عرفانِ حق
آن که در افکارِ نوربخشی شتابان آمده

پاك و ایران جلوهٔ نوربخش حقّ و معرفت
رهنمای هر مریدی پیك خوبان آمده

صدرِ ایوانِ هنر مندی شده غازی نعیم
چون که در عرفان و طبّ آثار جویان آمده

آن اسیریؔ گرچه لاهیجی بُود در ملكِ دل
نوربخشی را محبّ و دل گدا زان آمده

شاه قاسم فیض بخش آمد مریدِ نوربخش
گسترانیده به هر جا مهربانان آمده

خاندانِ نوربخشی از صغیر و از کبیر
احترام خیر او را همچو انسان آمده

اعتکاف و چِلّه و ذکرِ خفی و اربعین
این همه روحانی از خلوت گزینان آمده

دائماً بانفس خود بودن به حربِ چار ضرب
قوتِ دل گیرد و عقل آفرینان آمده

مسلکِ صوفیّه نوربخشیّه از قرآن بود
اعتقاد و فقه آنان از دبستان آمده

روشنی بخشِ جمال و جلوهٔ نو آفرین
یادگارِ حضرتِ نوربخشؒ دانان آمده

سر به سر اشعارِ نوربخشی بُود قانونِ دل
کاشفِ عشقِ ابَد از سوی رحمان آمده

در جهادِ اکبر و اصغر به میدانِ شهود
هم به سیف و هم به نفس استادِ میدان آمده

هم امیر و هم وزیر و هم فقیر و هم غنی
معتقد در راهِ حقّ نغمه سرایان آمده

امرِ معروف آمده بهتر ز امرِ منکری
امرِ معروف از همه بهتر نمایان آمده

کار و کوشش از برای مسلکِ نوربخشیان
از دلِ غازی نعیم صیت خدی خوان آمده

من "رهنمایم" گفته ام اشعارِ وصفِ نوربخشؒ
وصف و مدح او به دل صوتِ خوش الحان آمده

ادبِ تصوف

کلامِ مولاؑ

مولائے متقیان آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام کی ذاتِ مقدس سلسلۃ الذہب الصوفیہ سمیت تمام سلاسلِ تصوف کا مرجع ہے۔ آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے اور آپ کا دیوان عربی ادب کا لازوال سرمایہ ہے۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے محبانِ علیؑ کی تسکین ذوق کی خاطر "دیوانِ علیؑ" کو "کلامِ مولاؑ" کے نام سے اردو شاعری کا جامہ پہنایا ہے۔ ذیل میں اس زیر اشاعت کتاب سے کچھ نظمیں اشاعتِ گزشتہ سے پیوستہ قارئین نوائے صوفیہ کی نذر کی جاتی ہیں۔

کمینے سے انکساری

لا تطلبنّ معیشۃً بمذلّۃٍ
کر نہ ذلت کے ساتھ کسبِ معاش
وارفع بنفسک عن دنیّ المطلب
کر زمانے میں رفعتوں کو تلاش

و اذافتقرت فداو فقرک بالغنیٰ
مفلسی جب تجھے کرے محتاج
عن کلّ ذی دنسٍ کجلد الاجرب
مت کمینے سے چاہ اُس کا علاج

فلیرجعن الیک رزقک کلّہ
رزق تیرا تجھے ملے گا ضرور
لو کان ابعد عن محلّ الکواکب
ہو ستاروں سے بھی وہ بے شک دور

عیبِ مفلسی

تغطی عیوب المرء کثرۃ مالہ
مال پردہ ڈالتا ہے آدمی کے عیب پر
فصدّق فیما قال و ھو کذوبٌ
اس کی جھوٹی بات کو کہتی ہے دنیا معتبر

و یزری بعقل المرء قلۃ مالہ
فحمق الاقوام و ھو لبیب

عقل انساں پہ لگائے عیب دولت کی کمی
احمقوں میں یوں گنا جاتا ہے دانا آدمی

ادب اور نسب

کن ابن من شئت واکتسب ادباً
یغنیک محمودہ عن النسب

جس کسی کے بھی ہو تم بیٹے ادب حاصل کرو
تا نسب سے تم کو بے پروا کرے حسنِ ادب

فلیس تغنی الحسیب نسبتہٗ
بلا لسانٍ لہٗ ولا ادب

بے ادب سے گر تہی کوئی تو نسبت ہیچ ہے
ہے ادب ہی ہر حسب والے کی زینت کا سبب

انّ الفتی من یقول ھا انا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

مرد وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہاں میں ہوں فلاں
وہ نہیں ہے مرد جو گنتا ہے بس اپنا نسب

جاہل کو جواب

و ذی سفۃٍ یواجھنی بجھل
واکرہ ان اکون لہ مجیباً

جب بھی کرتا ہے کوئی جاہل خطاب
میں نہیں دیتا کبھی اس کا جواب

یزید سفاھۃً و ازید حلماً
کعودٍ زاد فی الاحراق طیباً

اس کی سہتا ہوں حماقت حلم سے
عود کے جلنے سے جُوں خوشبو بڑھے

تعارف و تبصرۂ کتب

میر سید محمد نوربخش رح اور مسلکِ نوربخشیہ

تالیف : ڈاکٹر غازی محمد نعیم

ناشر : شاہ ہمدان پبلیکیشنز اسلام آباد

نوربخشیات کا انسائیکلوپیڈیا

مولانا محمد محسن علی سرموی فاضل عربی ایم اے

نوربخشی تحریک نے جب سے جنم لیا ہے ہر دور میں ایسے مردان خدا کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہے جو مسلک کے پیروکاروں کو اپنے مقتدیان و پیشوایان دین کی اصلی اور حقیقی تعلیمات سے آشنا کریں۔ یہ تقاضے ہنوز تشنہ تکمیل تھے جب کہ چودھویں صدی ہجری آپہنچی تھی اور وقت پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی ایسا مرد مجاہد پیدا ہو جو سلف صالحین کی تعلیمات کو مربوط طریقے سے اور عصری تقاضوں کے سانچے میں ڈال کر پیش کرے اور افق عالم پر تحریک نوربخشیت کی شناخت اور انفرادیت کا لوہا منوائے۔ اس ضمن میں بہت سے قلمکاروں نے اپنی بساط کی حد تک میر سید محمد نوربخش کی تعلیمات سے خوشہ چینی کی جو بھرپور کوشش کی ہے یقیناوہ بھی لائق تحسین تو ضرور ہیں خاص طور پر قبلہ علامہ محمد بشیر صاحب اور مولانا غلام حسن حسنو صاحب جیسے معروف دانشوروں نے عالمانہ انداز میں نئے تراجم اور نئی تحقیق اقوام عالم کے سامنے پیش کر کے اسلام کی حقیقی مسلکانہ روش اور مشرب و مذہب کو متعارف کرایا ہے لیکن غیر متواتر اور غیر مسلسل کام کے باعث کچھ ابہام پایا جاتا تھا اور نئی نسل اور نئے عالم تحقیق کے تشنگان و طالبان کو اتحاد امت کے حقیقی علمبردار اور مسلم مشترکہ پلیٹ فارم کے داعی میر سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز کے کمالات اور عظمت کو جاننے کی آرزو اور تڑپ تھی۔ یقیناً ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی حالیہ تالیفی کاوش "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" اس سلسلے کی ایسی کڑی ہے جس میں مؤلف نے عقائد و عبادات اور احکامات و عملیات پر جس مربوط و مدلل اور مستحسن انداز میں متضمن بہ موضوع گفتگو فرمائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور میر محمد نوربخش کا طالب و قاری اس تالیف کو انسائیکلوپیڈیا آف میر محمد نوربخش قرار دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قبل ازیں مکتب نوربخشی کا طالب علم ہونے کے ناطے قاضی نوراللہ شوستری جیسے ایک آدھ مصنفین کے علاوہ کہیں بھی نوربخشیات کی کلیات سے سیراب ہونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب اس تالیف کے ذریعے ایک عالم کو اپنی علمیت، ایک مولوی کو اپنی مولویت اور قاری کو اپنی خواندگی میں نوربخشیات کے حوالے سے گراں قدر اور بیش بہا اضافہ کرنے کا موقع میسر آیا ہے۔

علاوہ ازیں جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی سے استفادہ کر کے میر سید محمد نوربخش کی تعلیمات و افکار اور اقدار کو اجاگر کرنے کا کریڈٹ بھی مؤلف کو جاتا ہے۔

فرقہ واریت کے زہر ہلاہل کی آلودگی نے متمدن اسلامی معاشرے کو مہذب قوموں کی نگاہ سے گرنے کا باعث بنایا ہے۔ اس دور انحطاط میں یہ قلمی کاوش دنیا بھر کے معتدل مزاج اور اصلاح پسند انسانوں کے لیے گراں قدر سرمایہ ثابت ہو گی

جس سے اسلام کے آفاقی نظام کی تفہیم میں بڑی مدد ملے گی۔

فرقہ واریت کے رنگ سے میر سید محمد نور بخشؒ کے افکار کو بدلہ تخیل کے ساتھ مادر اور رکھتے ہوئے نفس مضمون کا احاطہ کرنا ایک دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل عالم کی بساط سے باہر تھا۔ اس کے علاوہ مؤلف نے نور بخشؒ کی ہمہ گیر شخصیت کے ہمہ جہت پہلوؤں کو حوالہ جات اور اقتباسات سے استعار کے ساتھ مزین کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب عالمی لائبریریوں اور انٹرنیٹ کی کھوپڑیوں میں انہی خصائص کی بنیاد پر مقام بنائے گی اعتدال پسندانہ رجحانات کی آمیزش نے ایک پرکیف امتزاج پیدا کیا ہے۔ لیکن بعض سطحی خیالات کے حامل ناقدین نے انتہا پسندانہ رویہ اپنانے کی بھی ناکام کوشش کر رکھی ہے۔ لیکن اہل تحقیق ہمیشہ حق کی شہسواری کرتے ہیں اور تحقیق و تدبر کی یہ کاوش ہمیشہ جاری رہنی چاہیے۔ مؤلف کو کسی بھی رد عمل کو بصیرت و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ☆

غوغائے رقیباں

اخوند محمد ابراہیم مچلوی

موجودہ دور میں جہاں ہم آپ کھانا کھانے کے لیے بھی مشکل سے وقت نکالتے ہیں کسی فرد کی طرف سے اپنا سب کچھ محض مذہبی مقاصد کے لیے وقف کیے رکھنا محض خوش نصیبی ہی کہلائے گی۔ مزید براں دینی کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام خاصان خدا کے حصے میں ہی آتا ہے۔ "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلک نوربخشیہ" کے مؤلف ڈاکٹر غازی صاحب نے اپنی اس مقدس تصنیف کے ذریعے کاروان نوربخشیہ کی پہچان کرائی ہے۔

کاش ہمارا کوئی ایسا ادارہ ہوتا کہ ان کو اس عظیم کارنامے پر انعام و اکرام سے نوازتا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں اس تصنیف سے متعلق تنقیدی بیانات کے ذریعے انعامات کا متبادل پہنچایا جا رہا ہے۔ ان "سنہرے بیانات" کا شکریہ دل میں ادا کرنے کی بجائے تحریری طور پر ادا کرنا چاہیے۔

تمام دوستوں اور بزرگوں سے میری استدعا ہے کہ کسی بھی معاملے میں فیصلہ اور بیان دینے میں عجلت کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ یہ محض کم عقل اور نادان لوگوں کا شیوہ ہے۔ ہاں اگر اس کتاب کے مندرجات سے بڑھ کر معلومات آپ کے پاس ہیں تو دیر کس بات کی ہے؟ لکھیے۔ انشاء اللہ ہم آپ کے حق میں بھی وہی لکھیں گے جو آج لکھ رہے ہیں۔ اگرچہ تنقید بذات خود اچھی چیز ہے لیکن کسی دوست کی تحریر پچھلے دنوں دیکھ کر ایسا لگا کہ موصوف نے کتاب دیکھی تک نہیں مگر غائبانہ نعوذ باللہ اس افراط و تفریط سے پاک تصنیف کی مذمت کی ہے۔ یہ کہاں کا قانون ہے؟ ہاں البتہ اگر کسی عالم کو اس سے اختلاف ہے تو اسے بھی مصنف تک اپنے دلائل پہنچانے چاہئیں۔ اختلاف ہر کہیں روا ہے مگر مذمت کا لفظ جس مفہوم کا حامل ہے انجانے لوگ اس لفظ سے بچے رہیں تو اچھا ہے۔ لاعلمی میں کتنی قراردادیں منظور کروائی جا رہی ہیں؟ لیکن خدا سب کا مالک ہے اور شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ جان بوجھ کر کوئی اگر دین کے ساتھ کھیلتا ہے تو وہ سمیع و بصیر ہے۔ مؤلف کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہم ڈاکٹر صاحب کے حق میں محض دعائے خیر ہی کر سکتے ہیں اور یہی امید ذات باری سے رکھتے ہیں کہ جو انعام ڈاکٹر صاحب کو ہم نہیں دے سکتے وہ اپنے خزانۂ قدرت سے نوازے۔ آمین اور اسی طرح سدا دین کی خدمت کا جذبہ انہیں گلاب کی خوشبو کی طرح معطر کیے رکھے۔ ثم آمین۔

آج جب کہ میں نے اس کتاب کا سرسری مطالعہ ختم کیا ہے غازی صاحب کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے تاہم یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ادارے کے شاہکار رسالے "نوائے صوفیہ" کا مستقل قاری اور خریدار ہوں تاکہ اس کار خیر کے ثواب کا آدھا حصہ اس مرد مجاہد کو ملتا رہے۔ ☆

ایک روحانی کتاب

ڈاکٹر محمد علی شاہد اسلام آباد

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی تالیف "میر سید محمد نور بخش اور مسلک نوربخشیہ" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ کسی دوست کے ہاں سے ایک نظر دیکھنے کے لیے کتاب اٹھائی تھی لیکن آدھی رات تک مطالعہ کرتا رہا اور وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

میں اس عظیم کاوش اور کارنامے پر ڈاکٹر غازی صاحب کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس روحانی کتاب کو پڑھ کر دل جھوم اٹھا اور ایک عجیب سرور اور فخر محسوس ہوا۔ شاید اس لیے کہ اس سے قبل میں شاہ سید کو جانتا ہی نہیں تھا۔ مؤلف نے تمام قارئین کے لیے شاہ سید اور ان کے رفقاء کی حیات کے گمنام گوشوں کو منظر عام پر لا کر ہم سب پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

منفرد مضامین، ربط و تسلسل، انتہائی معیاری تحریر و حوالہ جات کے باعث مذہبی کتاب ہونے کے باوجود یہ تالیف انتہائی پرکشش ہے اور تاریخی انداز بیان قاری کو اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا۔ میں اپنی کم علمی کے باعث اس روحانی کتاب کے بارے میں لکھنے کا حق کما حقہ ادا نہیں کر سکتا لیکن اتنی دعا ضرور کرتا ہوں کہ اللہ مؤلف کے زور قلم میں مزید اضافہ فرمائے۔

ہمہ جہت تحقیق

بابو م۔ ح سکساوی

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی تالیف کردہ کتاب "میر سید محمد نور بخش اور مسلک نوربخشیہ" کو پڑھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور یہ تبصرہ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

"میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کی تالیف اور بے لوث اور ہمہ جہت تحقیق پر میں مؤلف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ملت نوربخشیہ اپنے تاریخ ورثے کو محفوظ کرنے کی اس کوشش کو کبھی فراموش نہیں کرے گی اور تاریخ میں یہ عظیم خدمت سنہرے حروف سے لکھی جائے گی۔ غازی صاحب نے قوم کے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں خود اپنے بزرگ مرشد حقیقی اور عظیم پیر اور رہبر کے متعلق کچھ گمانوں کا شکار تھا لیکن آج بفضل تعالیٰ اور جناب غازی محمد نعیم صاحب کی پر خلوص اور نیک نیتی پر مبنی تالیف کردہ کتاب کی بناء پر میرا ایمان پختہ اور مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے رب ذوالجلال تو اپنے خزانہ غیب سے جناب غازی محمد نعیم کی دینی دنیوی مدد اور مزید علمی تحقیق میں معاونت فرما اور ان کی زندگی کو درازی بخش اور ہم سب کو اپنے صفوں میں اتفاق و اتحاد کی دولت سے مالا مال فرما۔ ساتھ شاہ سید محمد نوربخش کے افراط و تفریط سے پاک متوسط راہ پر تمام عالم اسلام کو گامزن ہونے کی توفیق عطا فرما۔ جناب غازی محمد نعیم کو خصوصی سلام اور مبارک باد پیش ہے۔ ☆

بہ زیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را
نوا گران نخوردہ گزند را چہ خبر

علمی اور تحقیقی شاہکار

مولانا عبدالحمید صاحب ایم۔ اے

ایک وقت تھا کہ شہروں میں جب لوگ ہمارے مسلک "نوربخشیہ" کا نام سنتے تو ساتھ ہی وہ اجنبی لفظ کو سن کر حیران ہوتے پھر جب ہم سے نوربخشیہ کے اعمال و عقائد اور بزرگان کے بارے میں سوال کرتے تو ہم میں سے اکثر بھی حیران و پریشان ہو جاتے کہ کس طرح اپنے مسلک کا تعارف پیش کریں۔ الغرض ہم کماحقہ اس مسلک کا تعارف پیش کرنے سے قاصر تھے۔ مگر ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی عرق ریزی سے تیار کردہ علمی اور تحقیقی شاہکار "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" نے اس مسئلے کو اب آسان بنا دیا ہے۔ اب ہم کسی بھی مسلک نوربخشیہ سے غیر مانوس شخص کو مذکورہ کتاب پیش کر کے یک بارگی اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے اور پوری دنیا میں مسلک نوربخشیہ کے تعارف کا اہم ذریعہ ہے۔ لہذا علماء کرام، دانشوران قوم اور علم دوست احباب اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ڈاکٹر غازی اور ان کے رفقائے کار کو صد مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

کچھ ناقدین اور متعصب علماء نے جو ہمیشہ عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور انہیں علمی اور تحقیقی کاموں سے کوئی سروکار نہیں، کتاب کے خلاف سطحی اور غیر علمی اعتراضات کے ذریعے لوگوں کو اکسانے کی ناکام کوششیں کیں، اشتہار چھپوائے اور قراردادیں منظور کیں مگر اب مذہب کے مخلص اور ہمدرد لوگ سمجھ چکے ہیں اس لیے وہ ایسے علماء کے دام فریب میں کبھی نہیں آئیں گے۔ درحقیقت ان کی مخالفت کتاب مذکور کی مزید تشہیر کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ مخالفت یہ پیغام دے رہی ہے۔

شاہیں ترے پرواز سے جلتا ہے زمانہ
اس آگ کو تو اور بھی بازو کی ہوا دے

تحقیقی میدان میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوا کرتی۔ تحقیق کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہے۔ اس لیے علمائے کرام کو چاہیے کہ اگر کتاب کے مندرجات میں کوئی بات تحقیقی معیار پر پوری نہ اترتی ہو تو اسے اچھال کر غریب و سادہ عوام کو پریشان کرنے کی بجائے عالمانہ اور محققانہ انداز میں تائید یا تردید کریں۔ اور یہی علماء کے شایان شان ہے۔ اس طرح کسی محقق کی تحقیق کی روشنی میں اگر مؤلف کی کوئی تحقیق غلط ثابت ہو جائے تو اسے خندہ پیشانی سے آئندہ ایڈیشن میں درست کرنے کا موقع ملے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام کو اس کتاب سے استفادہ کرنے اور مؤلف کو مزید علمی اور تحقیقی کاموں کو منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

تصوف

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل، جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبالؔ

اخبار التصوف

دُنیائے تصوّف کی خبریں

جی۔ایچ۔معروفی

شاہین سکالرشپ کی عطائیگی:

حسب سابق ادارہ نوائے صوفیہ سکالرشپ ونگ نے گزشتہ امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے نور بخشی شاہین بچوں کو شاہین سکالرشپ جاری کر دیا ہے۔ جن ہونہار طلباء و طالبات کو سکالرشپ عطا کیا گیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد ایوب ولد سنگ سنگ خپلو برتھن ژھر
کلاس: میٹرک پوزیشن: اول نمبر: ۶۰ فیصد

۲۔ منور حسین ولد محمد رضا اسلام آباد
کلاس: سوم پوزیشن: سوم نمبر: ۷۸٫۶ فیصد

۳۔ عابدہ بتول دختر محمد اسحاق ذوقسہ خپلو
کلاس: سوم پوزیشن: اول نمبر: ۷۰٫۶۴ فیصد

۔ معصومہ بتول دختر فاچو حامد علی تھگی خپلو
کلاس: چہارم پوزیشن: اول نمبر: ۶۳٫۷ فیصد

۵۔ شبانہ بشیر دختر محمد بشیر اسلام آباد
کلاس: پنجم پوزیشن: دوم نمبر: ۶۲٫۶ فیصد

۷۔ حمیدہ بانو دختر محمد علی اسلام آباد
کلاس: پنجم پوزیشن: اول نمبر: ۶۵ فیصد

۱۰۔ ثمینہ دختر غلام علی سر بلتستان
کلاس: ہشتم پوزیشن: اول نمبر: ۷۰٫۷ فیصد

ادارہ نوائے صوفیہ سکالرشپ پانے والے تمام طلباء و طالبات اور ان کے والدین کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ امید ہے کہ دیگر نور بخشی طلباء بھی ان شاہین بچوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آئندہ امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کریں اور انعام کے مستحق ٹھہریں گے۔

لیاقت علی خان
انچارج سکالرشپ ونگ
ادارہ نوائے صوفیہ اسلام آباد

ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی نو تالیف کتاب پر پاکستان ٹیلی ویژن کا تبصرہ:

۲۹ اگست بروز بدھ پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سنٹر نے اپنی صبح کی نشریات میں بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی نو تالیف کتاب "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلک نوربخشیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے ایک قابل قدر تحقیقی کاوش قرار دیا۔ پروگرام "سخنور" میں ملک میں چھپنے والی اعلیٰ ادبی اور تحقیقی کتابوں پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کو معروف ادیب اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید پیش کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن اس سے قبل بھی ڈاکٹر

صاحب کا خصوصی انٹرویو نشر کر چکا ہے۔

نمائندہ نوائے صوفیہ اسلام آباد

تقریبِ افتتاح :

۲۹ رجولائی ۲۰۰۱ء کو بروز اتوار صوفیہ نوربخشیہ مسجد سکسہ تھنگ کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اس مسجد کی تعمیر و توسیع کا کام سرکردہ محلہ تھنگ غلام محمد صاحب کی زیر نگرانی ہوا۔ تقریبِ افتتاح میں سید محمد کاظمی صاحب مہمان خصوصی تھے جبکہ دیگر مہمانوں میں غلام علی حیدری صاحب، ماسٹر فدا حسین، ماسٹر قربان صاحب، حیدر سوخوس، علی سوخوس، سانو سوخوس اور سرکردگان سکسہ شامل تھے۔ مہمان خصوصی نے اہلِ محلّہ کو مبارکبادی اور ان کے جذبہ ایمانی کی تعریف کی۔ شیر محمد عرف شیرو صاحب کو جو اخوند عبدالجبار مرحوم کے خاندان سے ہیں، مسجد کا پیش امام مقرر کیا گیا۔

محمد ابراہیم خلیل سکریٹری نشرواشاعت

این وائی ایف سکسہ

اخوند محمد حسین کا سانحۂ ارتحال :

صوفیہ نوربخشیہ سینو کی ہردلعزیز شخصیت اخوند محمد حسین آمدچو گزشتہ دنوں ایک پہاڑی سے گرنے کے نتیجے میں جاں حق ہو گئے۔ جبکہ کراچی میں مقیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سینو نے ایک تعزیتی اجلاس برپا کر کے اخوند صاحب کے حق میں دعائے مغفرت کی اور لواحقین کے ساتھ اظہار تعزیت کیا۔

سید مظفر علی حمید سینو

مقیم کراچی

تنظیم صوفیہ نوربخشیہ چنڈو کا اجلاس :

تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ چنڈو کا پہلا اجلاس یکم اگست ۲۰۰۱ء کو مدرسۃ العارفین میں منعقد ہوا جس میں اس تنظیم کے اغراض و مقاصد کا اعلان کیا گیا۔ اس تنظیم کا قیام صوفیہ نوربخشیہ چنڈو کو درپیش مسائل کے حل کے لیے عمل میں آیا ہے اور اس کے مقاصد دینی، ملی، سماجی اور فلاحی نوعیت کے ہیں۔

انور علی جنرل سکریٹری

این وائی ایف تھلے چنڈو

بقیہ : قارئین کے خطوط

اپنی دکان سے لیتا ہوں۔ میرے ذمے کوئی رقم واجب الادا ہے تو آگاہ کریں۔

ڈاکٹر عبدالکریم

صدیقی سٹیشنری مارٹ

چشمہ بازار سکردو

نوائے صوفیہ کی مالی مشکلات کا سن کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ جہاں ڈاکٹر غازی صاحب اس مسلک کے لیے اپنی جان اور مال قربان کیے ہوئے ہیں وہاں قارئین کی طرف سے بروقت چندہ نہ بھیجنا لمحہ فکریہ ہے۔ سمندر پار نوربخشیوں سے اپیل ہے کہ اس مشکل گھڑی میں پاک مسلک کو تنہا نہ چھوڑیں۔

خادم حسین اخوندزادہ

جناح کمپیوٹر کالج لاہور

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

لیاقت علی خان

نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ موصول ہوا تمام مضامین اپنی مثال آپ تھے۔ جناب ڈاکٹر غازی محمد نعیم اور تمام اراکین نوائے صوفیہ کو "میر سید محمد نور بخش اور مسلکِ نوربخشیہ" کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کرگل سے جناب ماسٹر حشمت اللہ صاحب سکریٹری نشر و اشاعت دعوات اور اوراد وغیرہ کی چھپائی کے سلسلے میں دہرہ دون تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ صوبیدار علی محمد صاحب علاقدار نے مبلغ ایک ہزار روپیہ مدرسہ کے ہونہار طلباء کے لیے انعام کے طور پر ارسال کیے۔ ہم صوبیدار صاحب کے بے حد شکر گزار ہیں۔

اخوند علی حسن دہرہ دون انڈیا

مسلک نوربخشیہ پر ایک مستند کتاب لکھنے پر لاہور میں مقیم بلتستانی نوربخشیوں کی طرف سے ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کو بہت مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

چند پسندوں کی طرف سے کتاب کے مفہوم کو سمجھے بغیر کی جانے والی تنقید کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے۔ لاہور میں اس کتاب کی بہت مانگ ہے اور لوگ اسے اپنے لیے ایک تحفہ سمجھتے ہیں۔ اللہ ڈاکٹر صاحب کو ہماری عمر بھی لگ جائے۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے بوافقیر صاحب اور بواحسن ہنذیلی کو سلام۔

کاچو افضل ہنذیلوی خپلوی لاہور

اس دفعہ نوائے صوفیہ کا شمارہ دیر سے ملا۔ سرمائے کی کمی کے باوجود رسالے کو جاری و ساری رکھنے پر آپ لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

"میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ نوائے صوفیہ میں جناب ندیم مختار چوہدری صاحب کا انٹرویو بہت پسند آیا اور بار بار پڑھا۔ مسلکِ نوربخشیہ میں ندیم صاحب کی شمولیت نوائے صوفیہ کو چار چاند لگائے گی اور ان کی ذات گرامی مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ثابت ہوگی۔ اس شمارے میں ڈاکٹر غازی صاحب کے اداریے کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔

سلیم اللہ کوروی مسجد العارفین
کشوباغ سکردو

شمارہ نمبر ۶۶ پڑھنے کا موقع ملا۔ "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" پر جو مضمون سجاد حسین صاحب نے لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ ہم ڈاکٹر غازی محمد نعیم کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی جناب ندیم مختار چوہدری صاحب کو مسلک نوربخشیہ اختیار کرنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

سید حسن شاہ سرمیکی و محمد شاہ نوری لباد ان
معلم مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سکردو

عسکری زندگی میں شمولیت کے بعد نوائے صوفیہ کا مطالعہ اہم ترین مشغلہ بن گیا ہے اور سارا مہینہ اس کے انتظار میں گزرتا ہے۔ جولائی کا شمارہ نہیں مل سکا۔ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ امیر آباد کی ایک تصویر برائے اشاعت ارسال ہے۔

ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کی گراں قدر کتاب کی اشاعت پر ہمیں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے توقع کرتے ہیں کہ وہ دینی خدمات کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھیں گے۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے انڈیا کے نوربخشیوں موسیٰ علی حسرت پوسٹ ماسٹر اور صوبیدار محمد خان صاحب کو سلام۔

سپاہی غلام محمد زاہد

۱۵۔ اے کے راولپنڈی

نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ جمع کر دیا ہے۔ رسالے کی ترسیل جاری رکھیں۔ نوائے صوفیہ کے لیے مسجد امبوزک کی ایک تصویر ارسال ہے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کو کتاب کی اشاعت پر میری طرف سے مبارک باد پیش ہے۔ نوائے صوفیہ میں اسلامیات اور جدید تحقیق پر مبنی مضامین کی اشاعت کو یقینی بنائیں۔

غلام حسن فیگر کونو داس فیگر

میں نے "میر سید محمد نوربخش" اور مسلک نوربخشیہ" کو پڑھا۔ بہت پسند آئی اور بہت خوشی حاصل ہوئی۔ تمام قارئین و اراکین نوربخشیہ، میرے دوستوں نور علی بلغاری اور اسحٰق بلغاری اور انڈیا کے نوربخشیوں کو سلام۔

انور علی پردیسی علی آباد ہنزہ

کوئٹہ جیسی دور دراز جگہوں پر نوائے صوفیہ کو پڑھ کر دلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ہم فوجی جوانوں کے لیے یہ رسالہ ایک استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

سپاہی ذاکر حسین عساوی کوئٹہ

امید ہے علامہ محمد بشیر صاحب اور غازی محمد نعیم اور آپ جیسے بزرگ صوفیہ نوربخشیہ کی آبیاری کے لیے دن رات کوشاں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

سپاہی نثار حسین مجروح ہلدولپہ

مچلو حال آزاد کشمیر

اگست کا شمارہ پڑھنا نصیب ہوا۔ بہت ہی معیاری مضامین تھے۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے ڈاکٹر غازی نعیم صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی گراں مایہ تحقیقی کتاب "میر سید محمد نوربخش" اور مسلک نوربخشیہ" کی اشاعت سے دنیائے اسلام کے اہل علم کو سید محمد نوربخش" کی عظیم تحریک اتحاد بین المسلمین کو ہر انداز سے سمجھنے کا موقع ملے گا۔

رسالے میں ڈاکٹر صاحب، ابوالعرفان صاحب، مولانا شکور علی انور اور مولانا غلام حسن کے سلسلہ ہائے مضامین بہت اچھے ہیں اور نوائے صوفیہ آسمان نوربخشیت پر بدرِ منیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرا ایڈریس درست کریں۔

محمد اقبال جاوید نمبر 322.724 انجینیئر سپورٹ کمپنی 7

انجینیئر بٹالین آر اے بازار لاہور کینٹ

شمارہ نمبر ۶۵ کے تمام مضامین پسند آئے خصوصاً

مولانا احمد علی عارف کا مضمون پسند آیا۔ میں نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں اور مبلغ ۱۸۰ روپے سالانہ چندہ ارسال ہے۔

سپاہی غلام حسین غورسیوی 4 این ایل آئی رجمنٹ
B کمپنی کیئر آف FPU-8

میں نے نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ ارسال کیا تھا مگر تاحال رسالہ جاری نہیں ہوا ہے۔ نوائے صوفیہ اہل تصوف کے رابطے کا واحد ذریعہ ہے اور اہلِ نوربخشیہ کے علاوہ دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اسے شوق سے پڑھتے ہیں۔

حوالدار عبدالکریم سکساوی خریداری نمبر 729

تین سالوں سے نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں۔ سکردو سے کشمیر پوسٹنگ کے بعد بدقسمتی سے میرا پتہ ابھی تبدیل نہیں ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۱ء تک کے شمارے نہیں ملے ہیں۔ آئندہ رسالہ میرے نئے پتہ پر جاری کریں اور "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کی ایک کاپی بھی ارسال کریں۔

اخوند عبدالکریم سکساوی
No 2845032 8 NLI Regt B Coy FPU 17

نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۶۵ نظر سے گزرا۔ اس دفعہ مضامین کے علاوہ غازی محمد نعیم صاحب کی تالیف "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" کی تقریب رونمائی کی رپورٹ اور تصویر سے مزہ دوبالا ہوگیا۔ میں غازی صاحب کے معرکۃ الآراء سلسلۂ مضامین "تذکر و تفکر" کے بند ہونے پر ناراض تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ اس سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول تھے۔ میری طرف سے غازی صاحب کو تاریخ نوربخشیہ پر مبسوط کتاب لکھنے پر دلی مبارکباد پیش ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ شعر

شاہین تری پرواز سے جلتا ہے زمانہ
تو اور بھی اس آگ کو بازو کی ہوا دے

جناب علامہ محمد بشیر صاحب سے بعد آداب التماس ہے کہ آپ فقہ کی تفسیر اور دینی مسائل کے جواب تک محدود رہنے کے بجائے دیگر موضوعات پر بھی وقتاً فوقتاً مضامین تحریر فرماتے رہیں۔

محمد یٰسین کھر کوہ منڈیک

نوائے صوفیہ کے گزشتہ شمارے میں میں نے ڈاکٹر غازی محمد نعیم کو ان کے ذہنی نومولود کی پیدائش پر مبارکباد دی تھی۔ کتاب "میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ" ایک تحقیقی کاوش ہے جس کے مصنف نے خود مزید بہتری کے لیے تجاویز طلب کی ہیں۔ اس تالیف کو تمام قارئین کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ اس کتاب میں کسی مناسب مقام پر کلمہ تہلیل شروع تا آخر تحریر کیا جائے اور اس پر غیر متزلزل ایمان کے نوربخشی عقیدے کو واضح کیا جائے، جس سے پچاس فیصد اعتراضات دور ہوں گے۔

۲۔ فاضل مؤلف نے کتاب مشجر الاولیاء کے موجودہ دستیاب نسخے کو تحریف شدہ تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کتاب کے حوالوں کو غیر حتمی قرار دیں تو تیس فیصد اعتراضات مزید دور ہو جائیں گے۔

۳۔ باقی دس فیصد اعتراضات دور کرنے کے لیے چند معزز آباؤ

واحد اوسے متعلق تاریخ کے چند واقعات کو یا تو غیر ضروری قرار دے کر حذف کرنا پڑے گا یا اصل راوی کو مورد الزام ٹھہرانا پڑے گا جو اس کا ذمہ دار ہے۔ ان تین باتوں پر نظر ثانی کی صورت میں ایک قابل قبول مسلم نور بخشی انسائیکلو پیڈیا وجود میں آجائے گا۔

ذاکر حسین ذاکر سکردو

(جواب: مکرمی ذاکر صاحب۔

کتاب "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلک نور بخشیہ" سے متعلق عملی تجاویز کا شکریہ۔ انشاء اللہ کتاب کے اگلے ایڈیشن کی اشاعت سے قبل آپ کی تجویز سمیت تمام مثبت تنقیدی آراء کا جائزہ لیا جائے گا۔ جہاں تک سلسلۃ الذہب کا تعلق ہے مؤلف کے استناد پر ریسرچ کی ضرورت محسوس کرتا ہے لیکن جب تک ایسے ریسرچ کے نتیجے میں مروجہ نسخے میں کسی تحریف کی نشاندہی نہیں ہوتی تب تک مؤلف اس نسخے کو تحریف شدہ قرار نہیں دیتا۔ اب اہل تحقیق خاص کر کتاب "میر سید محمد نور بخشؒ اور مسلک نور بخشیہ" کے ناقدین اور معترضین کا کام ہے کہ وہ "سلسلۃ الذہب" کے قدیم اور مستند قلمی نسخے تلاش کریں اور سید محمد نور بخشؒ کی اس تیسری اہم ترین تصنیف پر غیر جانبدارانہ اور غیر متعصبانہ ریسرچ کر کے اپنے پختہ مذاق علمی کا ثبوت فراہم کریں۔ جہاں تک نور بخشی تاریخ کے بعض واقعات کے سرسری بیان کا تعلق ہے اس ضمن میں ہم آپ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہیں کہ بالفرض اگر یہ واقعات درست نہیں ہیں تو اصل راوی کو مورد الزام اور قابل گردن زدنی قرار دینا چاہیے جس کی بیان کردہ کہانی ڈاکٹر غازی کی تالیف سے قبل جرمنی کے معتبر علمی رسالے -DIE WELT DES IS LAMS Band XXXV, 2 1995 میں چھپ کر دنیا بھر کے اہل علم کی نظروں سے گزر چکی ہے۔

((ادارہ))

این وائی ایف یونٹ ابلغار کی طرف سے نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ ارسال ہے اس لیے سید العارفین لائبریری کو نوائے صوفیہ ارسال کرتے رہیں۔

فدا علی خزانچی این وائی ایف

میں نوائے صوفیہ کا شیدائی ہوں۔ نوائے صوفیہ سے مذہبی شعور بیدار ہونے کے علاوہ روحانی سکون میسر آیا ہے۔ یہ رسالہ لاکھوں نور بخشی پیروکاروں کا واحد ترجمان ہے جس کا ہر مضمون ایک بعر بیکراں کی طرح ہے۔ بیرون ملک نور بخشیوں کے حالات پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ مجھے رسالہ نئے پتے پر ارسال کریں۔

زاہد حسین حسرت کوروی
ریاض الاولیاء ہاؤس اقبال نگر کواری کالونی
نزد جاویدان سیمنٹ فیکٹری منگو پیر روڈ کراچی نمبر 26

مجھے رسالہ باقاعدگی سے نہیں مل رہا ہے حالانکہ میں نے سالانہ چندہ جمع کیا ہے۔ میرا خریداری نمبر 977 ہے۔

ہادی علی جنرل سکریٹری NYF
گلاب پور پچو شیئر

فرنٹیر ہومیو کالج میں طالبعلمی کے دوران مجھے نوائے صوفیہ ملتا تھا۔ سکردو میں رسالہ..... (باقی صفحہ ۲۸ پر)